توہین رسالت کے مجرم اور ان کی پشت پناہی

مولانا محمد ازہر مدظلہ

ننکانہ کی ایک مسیحی عورت آسیہ کو عدالت نے امام الانبیاء حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کا جرم ثابت ہونے پر پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ سی۔۲۹۵ کے تحت سزائے موت کا حکم سنایا ہے۔ اس دفعہ کے تحت توہین رسالت کے مرتکب کی سزا موت ہے، جرم کرنے والا مسلم ہو یا غیر مسلم، سب کے لئے سزا ایک ہی ہے، جس سے مغرب اور ان کے ایجنٹوں کی یہ دروغ گوئی واضح ہوجاتی ہے کہ یہ امتیازی قانون ہے اور اس کا شکار صرف اقلیتیں بنتی ہیں۔

ہم نہیں سمجھتے کہ پاکستان کی مسیحی برادری کے دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام نہیں ہے تاہم شرارتی اور شر پسند عناصر ہر کمیونٹی میں پائے جاتے ہیں، ایسے شرپسندوں اور دریدہ دہنوں کی سرکوبی ضروری ہے تاکہ کسی ملعون کو حق جل شانہ کے کسی بھی پیغمبر بالخصوص سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے بارے میں بے باکی کی جرأت نہ ہو۔

توہین رسالت کا قانون صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم اور وزیر اعظم محمد خان جونیجو مرحوم کے دورِ حکومت میں بنا، جس کی فوری اور قریبی وجہ حال ہی میں سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کی صدر بننے والی عاصمہ جہانگیر کے نازیبا اور گستاخانہ الفاظ تھے، جو اس نے شانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں استعمال کئے تھے۔ اس نے کہا تھا کہ اس ترقی یافتہ دور میں بھی مسلمان ایک ''اُمّی'' کی امت ہونے پر فخر کرتے ہیں اور ''اُمّی'' کا مطلب اس نے (Unletteret) لیا تھا، نقل کفر کفر نباشد، جو قرآن و سنت اور تاریخی حقائق کے بالکل برعکس ہے، اس لئے کہ امت کے اجماعی عقیدے کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں کسی انسان وغیرہ سے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''علم لدنّی'' سے سرفراز فرمایا۔

عاصمہ جہانگیر کی اس گستاخی کے خلاف مولانا معین الدین لکھوی، وصی مظہر ندوی، بیگم نثار فاطمہ، جناب لیاقت بلوچ اور دیگر ارکانِ اسمبلی نے تحریک استحقاق پیش کی، جس پر اس وقت کے وزیر مملکت برائے قانون و پارلیمانی امور میر نواز مروت نے جواب دیا کہ تعزیرات پاکستان میں پہلے ہی ایک دفعہ موجود ہے جس میں ایسی گستاخیوں پر قانون چارہ جوئی کی جاسکتی ہے اس سے تحریک پیش کرنے والوں اور مسلمانانِ پاکستان کا استحقاق مجروح نہیں ہوتا۔

وزیر قانون کی یہ توضیح بالکل بے موقع اور بے محل تھی، اس لئے کہ تعزیراتِ پاکستان کی یہ دفعہ سی۔۲۹۵ برطانوی دور کی بنائی ہوئی ایک عام سی دفعہ تھی، جس میں مسجدوں، مندروں یا گردواروں کے مذہبی احترام اور مذہبی کتابوں، مذہبی تقریبوں اور مذہبی راہنماؤں کے خلاف اشتعال پھیلانے والی تحریروں، تقریروں سے منع کیا گیا تھا، قیام پاکستان کے بعد اس دفعہ میں ایک ترمیم بھی ہوئی، یہ ترمیم پاکستان کے پرچم کے بارے میں تھی۔ گویا ۲۹۵ کے تحت پرچم کا احترام بھی ضروری ہے۔ اب ارکانِ اسمبلی کے سامنے یہ سوال تھا کہ اگر پاکستانی پرچم کے لئے ایک خصوصی دفعہ آسکتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کی شانِ میں گستاخی کرنے والوں کے لئے بھی ایک خصوصی دفعہ ہونی چاہئے، کیونکہ انگریز کی بنائی ہوئی دفعہ سیاسی اغراض کے لئے تھی، شانِ رسالت سے انہیں کوئی دلچسپی نہ تھی، یہی وجہ ہے کہ انگریزوں کے دور میں شاتمینِ رسالت کی سرکوبی کے لئے غازی علم الدین شہید جیسے عشاق کو میدان میں آنا پڑا۔ چنانچہ معزز ارکانِ اسمبلی نے دوسرے دن تحریک استحقاق اسی استدلال کے ساتھ مرتب کی۔ تحریک استحقاق میں کہا گیا کہ یہ درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کسی سے کوئی بدلہ نہیں لیا، اپنے ایک سے ایک بڑے دشمن کو معاف کردیا، لیکن شانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں دریدہ دہنی کرنے والوں کو جہنم واصل کرنے کے لئے آپؐ نے خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تشکیل فرمائی، کعب بن اشرف، ابن خطل، ابورافع، شاعرہ عصماء اور شاعر ابو عفک جیسے بدبختوں کو ان کے انجام بد تک پہنچانے کے لئے پیکر رحمت و محبت و سراپا رافت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مہمات روانہ فرمائیں۔

جس کی وجہ علمائے امت نے یہ لکھی ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی و شخصی توہین بھی اگرچہ قبیح درجہ کفر، حرام اور جرم شنیع ہے لیکن اس کے ساتھ یہ اس ذاتِ عالی یعنی حق تعالیٰ شانہ کی بھی تنقیص ہے جس نے آپ کو منصب رسالت سے سرفراز فرمایا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جن بدبختوں نے ذاتی طور پر ایذا پہنچائی، آپؐ نے اپنے خلقِ عظیم کی بنا پر انہیں معاف کردیا، لیکن جن شاتمین نے انتخاب ربانی کا تمسخر اڑایا وہ ناقابل معافی قرار دیئے گئے اور ایسا کرنا آپ کا فرضِ نبوت تھا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ شاتم رسول کو سزا ملنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ انشراح میں فرمایا کہ: ''ہم نے اپنے رسولؐ کے ذکر کو بہت بلند کردیا ہے۔'' قرآن حکیم میں، کلمے میں، اذان میں اللہ کے ساتھ رسول گا بھی ذکر ہے، قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم ہے، وہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت کو ایمان اور اللہ کی محبت کے لئے لازمی قرار دیا گیا، آپؐ کی آواز (حدیث) سے اپنی آواز (رائے) بلند کرنے پر اعمال برباد ہونے کی وعید شدید سنائی گئی، کیا پاکستانی پرچم کی حرمت اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت سے زیادہ ہے؟ اگر اس کے لئے ترمیم آسکتی ہے تو اس دفعہ میں رسول اللہ اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے نئی ترمیم کیوں نہیں آسکتی؟ یہ ایک مدلل و معقول مطالبہ تھا، چنانچہ اسمبلی کے اسی سیشن میں پورے ایوان نے متفقہ طور پر دفعہ ۲۹۵ میں ایک خصوصی شق کے اضافہ کو ضروری قرار دیا۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس وقت اقلیتوں کے پارلیمانی لیڈر کرنل ہربرٹ نے اپنی پوری جماعت کے ساتھ خصوصی ذیلی دفعہ شامل کرنے کی بھرپور تائید کی تھی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم صدر جنرل ضیاء الحق، جونیجو مرحوم اور ان جملہ ارکانِ پارلیمنٹ کو اس کا اجر عطا فرمائیں کہ انہوں نے متفقہ طور پر اسے کیا اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں دریدہ دہنی کی سزا موت مقرر کی۔

دفعہ سی۔۲۹۵ آئین کا حصہ بننے کے بعد سے لے کر اب تک مغرب کے یہود و نصاریٰ اور قادیانیوں کا نشانہ تنقید رہی ہے۔ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے دلوں سے حرمت و عظمتِ رسالت کم کرنے کے لئے اسے انسانی حقوق کے خلاف قرار دیتے ہیں جبکہ مسلمان اہانت رسالت کو انکار توحید کے مترادف سمجھتے ہیں کیونکہ توحید ہم تک رسالت کے وسیلے سے پہنچی ہے۔

> آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کسی سے کوئی بدلہ نہیں لیا، اپنے ایک سے ایک بڑے دشمن کو معاف کردیا، لیکن شانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں دریدہ دہنی کرنے والوں کو جہنم واصل کرنے کے لئے آپؐ نے خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تشکیل فرمائی

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ توہین رسالت کی سزا موت ہونے کے باوجود آج تک کسی مجرم کی سزا پر عمل درآمد نہیں ہوسکا۔ اس ناقابلِ برداشت جرم کا ارتکاب ہوتا ہے، ملزم پکڑے جاتے ہیں، ٹرائل ہوتا ہے، سزا سنائی جاتی ہے۔ جس کے بعد مقامی و غیر ملکی میڈیا، این جی اوز اور بااثر حلقے واویلا کرکے اور دباؤ ڈال کر فیصلے پر اثر انداز ہوتے ہیں اور یوں سزا کا معاملہ گول ہوجاتا ہے۔

اس مرتبہ بھی حسب سابق مجرمہ کو سزا سے بچانے کے لئے ملکی و غیر ملکی حلقے متحرک ہوگئے ہیں۔ گورنر پنجاب نے جیل میں جاکر مجرمہ سے ملاقات کی ہے اور اسے تسلی دی ہے کہ وہ اس کی رحم کی درخواست لے کر صدر کے پاس جائیں گے جبکہ شرعاً توہین رسالت کی معافی نہیں۔

یہاں یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ ابھی مجرمہ آسیہ کو لوئر کورٹ نے سزا سنائی ہے، اسے اس سزا کے خلاف ہائی کورٹ اور پھر سپریم کورٹ میں اپیل کا حق حاصل ہے۔ ان عدالتوں کو بائی پاس کرکے براہ راست صدر کے پاس معافی کی درخواست لے جانے میں کیا مقاصد کارفرما ہیں؟ کیا گورنر صاحب کو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ پر اعتماد نہیں؟

دوسری طرف امریکا نے اس بدبخت خاتون کو سیاسی پناہ دینے کا اعلان کرکے مسلمانوں پر واضح کیا ہے کہ ہمیں ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی دل آزاری کی کوئی پروا نہیں ہے، اس کے ساتھ اس نے سزا پر عمل درآمد نہ کرنے کا مطالبہ بھی کیا ہے۔ دراصل امریکا بالخصوص عیسائی دنیا اور یہودی لابی مسلمانوں کے دلوں سے عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نکالنے کے لئے توہین رسالت قانون کو پاکستان سے ختم کرانے کے درپے ہیں، آسیہ کو معافی دلوانے کا سلسلہ بھی اسی سازش کی کڑی ہے۔

ہماری زرداری صاحب سے استدعا ہے کہ اگر وہ شفاعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متمنی ہیں اور اپنی عاقبت بچانا چاہتے ہیں تو توہین رسالت کی مجرمہ کو معافی دینے کی بجائے واضح طور پر اعلان کریں کہ اس طرح کے ملزموں کے ساتھ آئین و دستور اور پاکستانی عدالتوں کے فیصلوں کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۲۴ر نومبر ۲۰۱۰ء)